مقالات

اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی

(۱۵)

ایمان

۵ ۔ ایمان بالیوم الآخر

دنیا اور اسلام کے انجام پر دو مذہبوں کی رائیں آپ سن چکے ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ دونوں مذہب نہ عقلاً صحیح ہیں، نہ ان فطری سوالات کا پورا پورا اور دل کو مطمئن کرنے والا جواب دیتے ہیں جو دنیا میں زوال و فنا کے آثار کو دیکھ کر ذہن میں پیدا ہوتے ہیں، اور نہ ان میں یہ صلاحیت ہے کہ ایک صحیح اور مضبوط اخلاقی نظام کے لئے پشت پناہ بن سکیں۔ اب تیسرے مذہب کا بیان سنیے۔

حیاتِ اُخروی کا عقیدہ تیسرا مذہب کہتا ہے کہ:۔

(۱) جس طرح دنیا کی ہر چیز فرداً فرداً اپنی ایک عمر رکھتی ہے جس کے ختم ہو جانے کے بعد اس میں فساد رونما ہو جاتا ہے، اسی طرح اس پورے نظامِ عالم کی بھی ایک عمر ہے جس کے تمام ہونے پر یہ سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائیگا، اور کوئی دوسرا نظام اس کی جگہ لے گا جس کے قوانینِ طبیعی اس نظام کے قوانینِ طبیعی سے مختلف ہوں گے۔

(۲) اس نظام کے درہم برہم ہونے پر ایک زبردست عدالت قائم ہوگی جس میں ہر چیز کا حساب لیا جائیگا۔ انسان کو اس روز پھر ایک نئی جسمانی زندگی ملیگی۔ وہ اپنے خدا کے سامنے حاضر ہوگا۔ اس کے تمام اعمال جو اس نے اپنی پہلی زندگی میں انجام دیے تھے، ٹھیک ٹھیک جانچے اور تولے جائیں گے، حق اور انصاف

کے ساتھ اس کے مقدمے کا فیصلہ کیا جائیگا، اچھے اعمال کی اچھی جزا ملیگی اور برے اعمال کی بری سزا دی جائیگی۔

۴۔ انسان کی دنیوی زندگی دراصل اس کی اخروی زندگی کا مقدمہ ہے۔ یہ زندگی عارضی ہے اور وہ پائیدار۔ یہ ناقص ہے، اور وہ کامل۔ تمام اعمال کے پورے پورے نتائج اس عارضی زندگی میں مترتب نہیں ہوتے، اور نہ ہر وہ بیج جو یہاں بویا جاتا ہے اپنے فطری ثمرات کے ساتھ اس ناقص زندگی میں بار آور ہوتا ہے۔ اس نقص کی تکمیل اس دوسری زندگی میں ہوگی، اور جو کچھ یہاں بے نتیجہ اور بے ثمرہ گیا ہے۔ وہ اپنے حقیقی نتائج اور حقیقی ثمرات کے ساتھ وہاں ظاہر ہوگا۔ لہذا انسان کو اپنے اعمال و افعال کے محض ان ناتمام اور بسا اوقات دھوکہ دینے والے نتائج ہی پر نظر نہ رکھنی چاہیے جو اس دنیوی زندگی میں مترتب ہوتے ہیں، بلکہ ان مکمل، پائیدار اور حقیقی نتائج پر بھی نظر رکھنی چاہئے جو اس دوسری زندگی میں مترتب ہوں گے، اور نتائج کے اس مکمل سلسلہ کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے افعال کی قدریں متعین کرنی چاہئیں۔

یہ وہ مذہب ہے جسے انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا ہے، اور قرآن مجید اسی مذہب کا پرزور وکیل ہے مگر قبل اس کے کہ ہم اس مذہب کے اخلاقی نتائج اور تہذیب اسلامی میں اس کے رتبے اور اہمیت پر کلام کریں ہمیں دیکھنا چاہئے کہ اس مذہب کے دلائل کیا ہیں؟ اور عقل کہاں تک اس کو قبول کرتی ہے؟

عقلی تحقیق کا صحیح طریقہ

یہ سوال کہ موت کے بعد کوئی زندگی ہے یا نہیں، ان امور سے تعلق رکھتا ہے جو ہمارے حواس اور حسی تجربہ کی حدود سے باہر ہیں۔ ہم جو کچھ محسوس کرتے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ ایک شخص جو چند لمحہ قبل تک سانس لیتا اور اپنے ارادہ سے حرکت کرتا تھا وہ اب زندگی کے تمام آثار سے محروم ہوگیا، اور اس کے جسم سے کوئی ایسی شے غائب ہوگئی جس نے اس جامد غیر نامی، غیر متحرک مادے کو نمو اور حرکت کی قوت مہیا کر رکھی تھی۔ اب رہا یہ سوال کہ وہ شے کہاں چلی گئی؟ جسم سے الگ ہو کر بھی موجود ہے یا معدوم ہوگئی؟ اور پھر کبھی اس جسم یا ایسے ہی کسی اور جسم سے اس کا تعلق دوبارہ قائم ہوگا یا نہیں؟ تو جہاں تک ہمارے حواس اور تجربی علم کا تعلق ہے، ہم اس سوال کا نفیاً یا اثباتاً کوئی جواب نہیں دے سکتے کیونکہ اس چیز کو فی نفسہٖ نہ ہم نے پہلے کبھی محسوس کیا تھا اور نہ اب محسوس کرتے

ہیں۔ اس بنا پر یہ بات پہلے ہی سمجھ لینی چاہیے کہ اس سوال کا سائنس یعنی حکمت عملی یا تجربی علم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سائنس اگر اس پر اثباتاً کوئی حکم نہیں لگا سکتا، تو نفیاً بھی کوئی حکم لگانے کا حق نہیں رکھتا۔ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ "میں کچھ نہیں جانتا کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے" لیکن اگر وہ خالص لاادریت کے مقام سے ہٹ کر یہ کہے کہ "چونکہ میں نہیں جانتا کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے اس لئے میں جانتا ہوں کہ مرنے کے بعد کچھ نہیں ہوتا" تو یقیناً معقولیت کی حدود سے تجاوز کر جائیگا۔

حواس کے بعد ہمارے پاس علم کا دوسرا ذریعہ "تفکر" ہے۔ انسان ہمیشہ اپنے آپ کو محسوسات کے دائرے میں مقید رکھنے سے انکار کرتا رہا ہے، اور اس کی بشری فطرت کا مقتضا یہی ہے کہ وہ غور و فکر کی قوتوں سے کام لے کر ان پوشیدہ حقیقتوں کو معلوم کرے جو محسوسات سے ماوراء ہیں۔ اسی فکری جستجو کا نام "تفکر" ہے اور اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ تم دنیا اور خود اپنے نفس کے آثار و شواہد سے آنکھیں بند کر کے، یا ایک بڑی حد تک بے پروا ہو کر خالص عقلی مقدمات سے نتائج اخذ کرنا شروع کرو، اور آخر تک عقل کے گھوڑے دوڑاتے چلے جاؤ۔ یہ خالص فلسفے کا میدان ہے، اور تمام گمراہیوں کی جولانگاہ یہی اندھیری منزل ہے۔ یہیں سے وہ فلسفیانہ مذاہب نکلے ہیں جن میں الجھ کر انسان تخیل کی وادیوں میں بھٹکتا چلا جاتا ہے۔ یہیں سے خدا اور ملائکہ اور نظام عالم اور حیات بعد الموت کے متعلق وہ مختلف اور متضاد عقیدے نکلے ہیں جو محض اندھیرے میں ٹٹولنے اور وہم و گمان اور خرص و تخمین پر چلنے کا نتیجہ ہیں۔

دوسرا طریقۂ فکر یہ ہے کہ تم آنکھیں کھول کر کائنات میں اور خود اپنے نفس میں ان آثار کا مشاہدہ کرو جو منزل حقیقت کے مشعل بردار ہیں، اور ان چراغوں کو لے کر عقل سلیم و فکر صحیح کی مدد سے ان حقیقتوں تک پہنچو، جو ان آثار کی تہ میں چھپی ہوئی ہیں۔ اس دوسرے طریقے میں سائنس اور فلسفہ دونوں مل کر چلتے ہیں۔ اگرچہ حقیقت تک پہنچنے کا یقینی ذریعہ یہ بھی نہیں ہے لیکن آسمانی ہدایت سے قطع نظر کر کے انسان کے پاس حقیقت رسی کا واحد ذریعہ یہی ہے، اور اس ذریعہ سے حقیقت تک یا اس کے قریب تک پہنچ جانا ممکن ہے بشرطیکہ انسان کی قوت مشاہدہ تیز ہو، اس کی ادراکی

قوتیں لطیف اور نازک ہوں، اور اس میں غور و فکر کی کافی صلاحیت موجود ہو۔ حکمت نظری میں انسان کی ترقی کا مدار اسی مشاہدہ اور تفکر کی آمیزش پر ہے۔ آج جن نظریات پر حکمت کی بنیاد قائم ہے اور جن اصولوں پر ایمان لائے بغیر سائنس کا کوئی طالب علم ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا، ان میں سے کوئی بھی محض تجربے اور مشاہدہ پر مبنی نہیں ہے ہر نظریے اور ہر اصول کی بنیاد اُس قیاس عقلی پر قائم ہے جس کے لئے مشاہدات و تجربات کو مواد قیاس کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ قانون فطرت، قانون جذب و کشش، سلسلہ علت و معلول، نظریۂ اضافیت، قانون نشو و ارتقاء، قانون انتخاب طبیعی، اور ایسے ہی دوسرے اصول و قوانین جن پر بڑے بڑے اہل حکمت ایمان لائے ہیں، سب کے سب آثار و مظاہر کے مشاہدات پر غور و فکر اور عقلی قیاس آرائی کے استعمال کا نتیجہ ہیں۔ ورنہ آج تک کسی نے بھی ان قوانین اور ان اصول کا حسی مشاہدہ نہیں کیا ہے۔ پھر جو نتائج ایک حکیم اپنے مشاہدے اور قیاس سے مستنبط کرتا ہے ان پر اسے اتنا ہی یقین ہوتا ہے جتنا کسی عامی کو کسی شے کے حسی مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے مگر اس کے باوجود کوئی بڑے سے بڑا حکیم بھی کسی منکر کو ان نتائج کے ان لینے پر مجبور نہیں کر سکتا، کیونکہ جب تک کوئی شخص آثار و مظاہر کا اس خاص نظر سے مشاہدہ نہ کرے جس سے حکیم نے مشاہدہ کیا ہے، اور اسی غور و فکر سے کام نہ لے جس سے حکیم نے کام لیا ہے، وہ ان نتائج پر کسی طرح نہیں پہنچ سکتا۔ ایک عامی کے لئے حکمت میں قدم رکھنے اور ترقی کرنے کی بس یہی صورت ممکن ہے کہ وہ جس حکیم کی دانائی و بصیرت پر اعتقاد رکھتا ہو، اس کے اخذ کردہ نتائج پر ایمان بالغیب لے آئے، بغیر اس کے کہ وہ خود اپنے مشاہدہ اور اپنے غور و فکر سے ان نتائج تک پہنچا ہو۔

یہ مقدمہ ذہن نشین کر لیجئے کیونکہ امور ماوراء طبیعت کے باب میں قرآن مجید کے بیان اور استدلال کو سمجھنے کے لئے اس مقدمہ کو سمجھ لینا ضروری ہے اور بہت سی غلط فہمیاں اسی کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اب ہم کو حیات اخروی کے متعلق قرآن مجید کے بیان کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

حیات اخروی پر منکرین کا اعتراض حیات اُخروی کا اعتقاد جب قرآن مجید نے پیش کیا تو اس کے خلاف اس وقت کے منکرین نے جو اعتراض کیا تھا وہ وہی تھا جو آج کے منکرین کرتے ہیں۔ اور درحقیقت اس پر یہی ایک اعتراض

ممکن بھی ہے یعنی یہ کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا ایک بعید از عقل و قیاس بات ہے ہم کس طرح مان لیں کہ جو مردے زمین میں گل سڑ گئے، جن کے جسم خاک میں مل گئے، جن کے اجزائے جسم ہوا، زمین اور پانی میں منتشر ہو گئے ان کو پھر زندگی میسر ہو گی؟

وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِى الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِىْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (۳۲ : ۱۰)

اور انھوں نے کہا کہ جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے پیدا ہوں گے؟

وَقَالُوٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (۱۷ : ۵)

اور انھوں نے کہا کہ جب گل سڑ کر ہماری صرف ہڈیاں رہ جائیں گی، اور ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے؟

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ۔ (۵۰ : ۱)

کیا جب ہم مر کر مٹی بن جائیں گے تو پھر جی اٹھیں گے، یہ واپسی تو بعید از عقل و قیاس ہے۔

مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِىَ رَمِيْمٌ (۳۶ : ۵)۔

کون ہے جو ہڈیوں کو زندہ کرے گا درانحالیکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں۔

قرآن مجید کا طرز استدلال اس شبہ کے مقابلہ میں قرآن مجید نے جو طرز استدلال اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ قدرت الٰہی کے آثار کا مشاہدہ کرنے اور ان پر غور و فکر کرنے کی طرف دعوت دیتا ہے، وہ کہتا ہے کہ

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ (۴۱ : ۶)۔

ہم ان کو آفاق میں اور خود ان کے اپنے نفوس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ یہی حق ہے۔

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِىْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (۷ : ۲۳)۔

کیا وہ آسمانوں اور زمین کے انتظام پر غور نہیں کرتے؟

وَفِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (۵۱ : ۱)

اور خود تمہارے اندر جو نشانیاں ہیں کیا ان کو بھی تم نہیں دیکھتے؟

وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۔ (۱۲:۱۰۵)

آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے وہ اس طرح گذر جاتے ہیں کہ ان پر غور ہی نہیں کرتے۔

یہ اشارہ ہے اس طرف کہ تم کو اتنی قوت تو نہیں دی گئی ہے کہ جو چیز تمہارے حواس سے پوشیدہ ہے اس کو تم برأی العین مشاہدہ کرسکو، یا کسی تجربہ سے اس کی حقیقت معلوم کرسکو۔ البتہ اگر تم آنکھیں کھول کر ان آثار کو دیکھو جو شب و روز تمہارے سامنے پیش ہو رہے ہیں، اور زمین و آسمان کے انتظام کا مشاہدہ کرو، اور خود اپنے نفس کی پیدائش پر نظر کرو، اور ان سب محسوسات و مشاہدات پر غور و فکر کرکے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ درست ہے۔

حیاتِ اخروی کا امکان پھر وہ انہی آثار و مظاہر میں سے ان چیزوں کو پیش کرتا ہے جو سب سے زیادہ بدیہی ہیں، اور ان سے استدلال کرتا ہے کہ جس بات کو تم بعید از عقل و قیاس سمجھ رہے ہو، وہ چاہے تمہاری عقل و قیاس سے دور ہو، مگر حقیقت میں ناممکن نہیں ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِأَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۔ (۱۳:۱)

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر بلند کر رکھا ہے جو تم کو نظر آسکیں۔ پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا، اور سورج اور چاند کو اپنا تابع فرمان کیا، ان میں سے ہر ایک، ایک مدت مقررہ تک کے لئے حرکت کررہا ہے۔ وہی تمام عالم کا انتظام کرتا ہے اور وہ اپنی نشانیاں تمہارے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات پر یقین لاؤ۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاءُ بَنٰهَا ۔ (۷۹ : ۲) ۔

کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا آسمان کا؟ خدا نے تو (ایسی بڑی چیز) کو بنایا ہے؟

یہ اجرام سماوی کے آثار سے استشہاد ہے کہ جس خدا نے اتنا بڑا انتظام کائنات پیدا کیا ہے،

جس نے بڑے بڑے سیاروں کو اپنے قانون کی بندشوں میں جکڑ رکھا ہے، جس کی قدرت ان عظیم الشان اجرام کو اس انتظام کے ساتھ حرکت دے رہی ہے کہ کوئی جرم اپنے مدار سے بال برابر تجاوز نہیں کر سکتا۔ یہ اپنے مقررہ اوقات سے پل بھر کے لئے ہٹ سکتا ہے۔ اور جس کی طاقت نے کائنات کے طبقوں کو ایسے غیر مرئی اور غیر محسوس سہاروں پر قائم کیا ہے جن کے ادراک سے تم عاجز ہو، اس خدا کے متعلق یہ گمان کرنا کہ وہ تم جیسی حقیر مخلوق کو ایک دفعہ ہلاک کر کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے کیسی بڑی خام خیالی ہے؟

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلٰى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ (۱۷:۱۱)

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ ان جیسوں کو بھی پیدا کرنے پر قادر ہے

آسمان کے بعد وہ ہمارے قریب ترین ماحول یعنی زمین کے آثار کی طرف ہم کو متوجہ کرتا ہے۔

سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۲۹:۲)

زمین کی سیر کرو اور دیکھو کہ اللہ نے کس طرح آفرینش کی ابتدا کی ہے اور پھر اللہ چیزوں کو دوبارہ زندگی بخشتا ہے یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنٰهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ۔ (۳۶:۲)

اور ان کے لئے ایک نشانی تو مردہ زمین ہی ہے جس کو ہم نے زندگی بخشی اور اس سے غلہ نکالا ہے یہ لوگ کھاتے ہیں

فَانْظُرْ إِلٰى آثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِي الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (۳۰:۵)

پھر اللہ کی رحمت کے آثار دیکھ کہ کس طرح زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندگی بخشتا ہے یقیناً وہ ضرور مردوں کو بھی زندگی عطا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

وَمِنْ آيٰتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ

اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تو زمین کو دیکھتا ہے کہ سونی پڑی ہے پھر جہاں ہم نے پانی برسایا اور وہ

اِنَّ الَّذِیٓ اَحْیَاھَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۴۱:۵)۔	بھبک اٹھی اور لہلہانے لگی ۔ تو جس نے اس کو زندہ کیا وہی مُردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
وَھُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰہُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا کَذٰلِکَ النُّشُوْرُ (۳۵:۲)۔	اور وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے پھر وہ بادلوں کو ابھارتی ہیں پھر ہم ان بادلوں کو ایسی بستی کی طرف ہانکتے ہیں جو بے آب وگیاہ پڑی ہے، پھر اس مردہ پڑی ہوئی زمین کو بارش کے ذریعہ سے زندہ کردیتے ہیں بس ایسا ہی جی اٹھنا قیامت میں بھی ہوگا ۔

اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ ہر طرف سے آنکھیں بند کرکے ذرا خود اپنے نفس ہی پر غور کرو کہ خود تمہارے اندر خدا کے احیاءِ موتی پر قادر ہونے کا ثبوت موجود ہے۔

ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا ۔(۷۶:۱)	بلاشبہ انسان پر زمانہ کا ایک ایسا وقت بھی گذرا ہے جب کہ وہ کوئی قابلِ ذکر شئے نہ تھا ۔
کُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (۲:۳)۔	تم مردہ تھے تو خدا نے تم کو زندہ کیا پھر وہ تم کو مردہ کردیگا پھر زندہ کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۔
اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ (۲۲:۱)۔	اگر تم کو مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ ہم نے مٹی جیسی بے جان شے سے تم کو پیدا کیا ہے۔
قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (۳۶:۵)	اس نے کہا کہ کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا جبکہ یہ بوسیدہ ہوجائیں گی ۔ کہدے کہ ان کو وہی زندہ کریگا جس نے انہیں پہلی بار زندگی بخشی تھی ۔

قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا أَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ فَسَيَقُولُونَ مَن يُعِيدُنَا قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ (۱۷ : ۵)۔

ان سے کہو کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور ایسی چیز جس کا زندہ ہونا تمہارے نزدیک بہت ہی بعید از عقل ہو، پھر وہ پوچھیں کہ کون ہم کو دوبارہ زندہ کرے گا؟ تو کہو کہ وہی جس نے پہلی بار تم کو پیدا کیا تھا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۔ (۲۳ : ۱)

ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا ہے۔ ہم نے ہی اس ست کو نطفہ بنا کر ایک حفاظت کی جگہ میں رکھا، پھر نطفہ کو لوتھڑا بنایا، پھر لوتھڑے کو مضغۂ گوشت کی صورت دی، پھر مضغہ کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اس کو ایک دوسری چیز بنا کھڑا کیا۔ پس مبارک ہے اللہ جو بہترین خالق ہے۔ پھر اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو، پھر یقیناً تم قیامت کے روز اٹھائے جاؤ گے۔

أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۔ (۷۵ ، ۲)۔

کیا انسان منی کا محض ایک قطرہ نہ تھا جو رحم مادر میں ٹپکایا گیا تھا۔ پھر وہ ایک لوتھڑا بنا۔ پھر خدا نے اس کو انسانی شکل دی اور اس کی ساخت کو استوار کیا، پھر اس کی دو صنفیں کر دیں اور مرد و عورت کے جوڑے بنائے۔ کیا وہی خدا اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کرے۔

ان صاف اور واضح اور ہمارے مشاہدہ و احساس سے قریب تر شواہد کو پیش کرنے کے بعد قرآن مجید

ایک ایسی عملی ہوی دلیل پیش کرتا ہے جو بالکل عقل عام (Common Sense) سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اشیاء کو عدم سے وجود میں لانا زیادہ مشکل ہے بہ نسبت اس کے کہ ان کو منتشر اور پراگندہ ہوجانے کے بعد دوبارہ پہلی صورت پر پیدا کیا جائے پس جو طاقت اس دشوار تر کام کو انجام دینے سے عاجز نہ ہوئی، وہ آسان تر کام کو انجام دینے سے کیونکر عاجز ہوسکتی ہے؟ اگر ایک شخص موٹر ایجاد کرنے پر قادر ہے اور اس کو بنا چکا ہے تو کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ وہ موٹر کے پرزوں کو الگ الگ کرنے کے بعد دوبارہ ان کو جوڑ دینے پر قادر نہیں ہے؟ اسی مثال پر قیاس کرلو کہ صانع عالم جو تم کو عدم سے وجود میں لایا ہے، تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے سے ہرگز عاجز نہیں ہوسکتا۔

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (۲۹:۲)

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ کس طرح آفرینش کی ابتدا کرتا ہے؟ پھر اسی طرح وہ اس کا اعادہ بھی کریگا اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے یقیناً زیادہ آسان ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ۔ (۳۰:۳)۔

اور وہی تو ہے جو آفرینش کی ابتدا کرتا ہے پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا۔ اور یہ اعادہ اس کے لئے سہل تر ہے۔

أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ (۵۰:۱)

کیا ہم پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے عاجز رہے تھے؟ (نہیں، ان کو پہلی آفرینش سے انکار نہیں ہے) مگر ان کو ایک نئی آفرینش میں شک ہے۔

اب صرف یہ شبہہ باقی رہ جاتا ہے کہ جن مردوں کے اجزاء جسم فنا ہوگئے ان کو پھر کیونکر پہلا جسم عطا کیا جاسکتا ہے، کوئی پانی میں ڈوب کر مرا اور اسکی بوٹی بوٹی مچھلیوں اور آبی جانوروں کی غذا بن گئی، کوئی جل کر مرا یا مرکر جلادیا گیا، اور اس کا سارا جسم راکھ اور دھوئیں میں منتقل ہوگیا، کوئی زمین میں دفن ہوا اور خاک میں مل مل گیا۔ اب کیونکر ممکن ہے کہ اس کا پہلا جسم عود کرے اور اس میں پھر وہی پہلی روح پھونکی جائے؟۔

اس شبہ کو لوگوں نے یہ کہہ کر رفع کرنے کی کوشش کی ہے کہ روح کو جسمانی زندگی عطا کرنے کے لئے لازم نہیں ہے کہ وہی پہلا جسم اس کو واپس دیا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ روح وہی ہو اور اس کو پہلے جسم کے مشابہ کوئی دوسرا جسم عطا کر دیا جائے۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ خدا وہی جسم عطا کرنے پر قادر ہے۔ پہلے جسم کے اجزا معدوم نہیں ہوتے ہیں۔ منتشر حالت میں اس کا ہر جز کہیں نہ کہیں موجود ہے، خواہ ہوا میں ہو خواہ پانی میں ہو خواہ مٹی میں ہو خواہ نباتات یا حیوانات کے اجسام میں ہو خواہ معدنیات کے اجرام میں ہو۔ خدا کا علم اتنا حاوی ہے کہ وہ ہر ہر جز کے مقام کو جانتا ہے اور اس کی قدرت اتنی کامل ہے کہ وہ ان منتشر اجزا کو پھر جمع کرکے پہلی صورت پر بنا سکتا ہے۔

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ (۵۰:۱)

ہم کو معلوم ہے کہ زمین ان میں سے کیا چیز گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایسی کتاب ہے جس میں ہر چیز کا ریکارڈ محفوظ ہے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (۶:۷)

اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اس کو سب معلوم ہے، ایک پتہ بھی اگر جھڑتا ہے تو وہ اس کو جانتا ہے، زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں ہے، اور کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں ہے جو واضح کرکے دکھانے والی ایک کتاب میں موجود نہ ہو۔

یہ جو کچھ بیان ہوا ہے اس کا مقصد اس استبعاد کو دُور کرنا ہے جس کی بنا پر لوگ حیات اخروی سے انکار کرتے ہیں۔ انکار کی اصل وجہ یہ نہیں ہے کہ منکرین کو کسی تجربہ یا مشاہدہ یا علم یقینی کے کسی اور ذریعے سے قطعاً و یقیناً یہ معلوم ہوگیا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں بلکہ انکار صرف اس بنا پر ہے کہ مرنے کے بعد پھر جی اٹھنا ان کی عقل میں نہیں سماتا۔ انھوں نے اس نظارہ کو کبھی نہیں دیکھا۔ ان کو تو یہ دیکھنے کی عادت رہی ہے کہ

جو مرا سو پھر نہ پلٹا لہذا جب یہ کہا جاتا ہے کہ جو مر چکے ہیں وہ پھر پلٹیں گے تو اس خلاف عادت بات کو وہ محال، غیر ممکن، اور بعید از عقل و قیاس سمجھتے ہیں لیکن غور و فکر کی راہ میں ایک قدم آگے بڑھیے۔ یہ سارا استبعاد دور ہو جاتا ہے اور جو بات پہلے ناممکن نظر آتی تھی وہ عین ممکن نظر آنے لگتی ہے جن باتوں کو آپ ممکن بلکہ واقعی سمجھتے ہیں ان کے متعلق آپ کا ایسا سمجھنا محض اس وجہ سے ہے کہ آپ کو ان کے وقوع کا مشاہدہ کرنے کی عادت رہی ہے۔ ایک بیج کا زمین میں جا کر پھوٹنا اور ایک تناور درخت کی شکل میں نمودار ہونا، ایک قطرہ کا رحم میں پہنچنا اور وہاں سے ایک انسان کی شکل میں برآمد ہونا، دو ہواؤں کے مجموعے سے پانی بننا اور اس کا ایک ترتیب کے ساتھ بار بار پانی سے بھاپ اور بھاپ سے پانی بنتے رہنا، عالم کی اس وسیع فضا میں کروڑہا کروڑ سیاروں کا گیندوں کی طرح دوڑنا اور کسی مادی رشتے کے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ ایسا مربوط ہونا کہ ان کی حرکات اور گردشوں کے نظم میں ذرہ برابر فرق نہ آئے، یہ سب باتیں دیکھنے کے آپ خوگر رہے ہیں اس لئے انکو معمولی سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر یہی چیزیں آپ کے سامنے پیش نہ ہوتیں اور اس کے بجائے کسی اور نظام سے آپ مانوس ہوتے، تو انہی سب باتوں کو آپ انتہا سے زیادہ بعید از عقل و قیاس سمجھتے، اور شدت کے ساتھ ان کے امکان سے انکار کرتے۔ فرض کیجئے کہ کرۂ مریخ میں درخت نہ اُگتے ہوں اور وہاں کے لوگوں سے بیان کیا جائے کہ ایک ماشہ بھر کا بیج زمین میں دفن ہو کر درخت بنتا ہے، اور اپنے ابتدائی حجم سے کئی ہزار بلکہ کئی لاکھ گنا بڑا ہو جاتا ہے، اور پھر اس میں سے ویسے ہی ہزاروں بیج پیدا ہوتے ہیں، تو یہ بات مریخ والوں کی نگاہ میں اتنی ہی حیرت انگیز ہوگی جتنی آپ کے نزدیک مرنے کے بعد پھر جی اٹھنے کی داستان حیرت انگیز ہے۔ وہ بھی اسی طرح کہیں گے کہ یہ تو ناممکن ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ عدم امکان کا فتویٰ علم کی بنا پر نہیں جہل کی بنا پر ہوگا، عقل کی رسائی کا نتیجہ نہیں نارسائی کا نتیجہ ہوگا۔ بس ایسا ہی حال آپ کے استبعاد کا ہے۔ اگر آپ اپنے استعجاب یا استبعاد کی حقیقت کو سمجھ لیں تو آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ کسی چیز کا آپ کی عقل و قیاس سے دور ہونا درحقیقت اس چیز کے غیر ممکن یا محال ہونے کے لئے کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔ جو چیزیں آج خود انسان ایجاد کر رہا ہے وہ آج سے سو برس

پہلے خود انسان کے نزدیک بعید از عقل وقیاس تھیں۔ مگر واقعات سے ثابت ہو گیا کہ ناممکن نہ تھیں، اسی طرح جن چیزوں کو آج انسان مستبعد سمجھ رہا ہے، وہ آج سے سو دو سو برس بعد خود انسان کے ہاتھوں وجود میں آئیں گی اور واقعات ثابت کر دیں گے کہ وہ ناممکن نہیں ہیں۔ پھر جب انسان کی عقل اور اس سے بعید یا قریب ہونے کی حقیقت یہ ہو، تو کسی چیز کو محض اس بنا پر ناممکن نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس محدود عقل میں نہیں سماتی۔

کسی مخفی اور ماوراء حواس چیز کو ثابت کرنے کے لئے پہلا قدم یہی ہے کہ اس کا امکان ثابت کیا جائے چنانچہ قرآن مجید نے اپنے استدلال سے حیات اخروی کے استبعاد کو دور کر کے اس کو ممکن ثابت کر دیا اب دوسرا قدم یہ ہے کہ اس کی ضرورت ثابت کی جائے تاکہ عقل یہ تسلیم کرے کہ ایسی ایک چیز ضرور ہونی چاہئے اور اس کے عدم سے اس کا وجود اولیٰ ہے۔ (باقی)

مراۃ مثنوی

جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم اے رکن دار الترجمہ

مثنوی مولانا روم کا بہترین ایڈیشن جس میں مثنوی شریف کے منتشر مضامین کو ایک سلسلہ کے ساتھ اس طور پر مرتب کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا مولانا کے مدعا اور ان کی تعلیم کو بڑی آسانی سے سمجھتا چلا جاتا ہے کئی انڈکس اور فہرستیں بھی ہیں جنکی مدد سے آپ حسب منشا جو شعر چاہیں نکال سکتے ہیں ایک بسیط فرہنگ بھی ملحق ہے۔ غرض یہ کہ اس کتاب نے مثنوی شریف سے فائدہ اٹھانے کے لئے سہولت مہیا کر دی ہے کہ ایک شخص بڑی آسانی سے کتاب کے مطالعہ پر عبور حاصل کر سکتا ہے

کاغذ کتابت طباعت بہترین جلد نہایت اعلیٰ قیمت ۸ سکۂ انگریزی ۱۰ سکۂ عثمانیہ۔

دفتر ترجمان القرآن سے طلب کیجئے